علامہ سید سلیمان ندویؒ اور علامہ اقبالؒ

پروفیسر ڈاکٹر عمر حیات عاصم سیال
شیخ زاید اسلامک سینٹر، جامعہ کراچی

Prof. Dr. Umar Hyat Syyal

ABSTRACT:

Allama Syed Sulaman Nadvi and Allama Iqbal are reformers of the Muslim nation. They are Ideals of the Muslim world. As an scholar of Islam they hare paralive and peaceful approach. They provide moral sport to the Muslims of Sub-continent during the movement of Pakistan. They have their over suspect and Identity as scholar. They are incomparable by ethics and devotion. They are Ideal of the young generation for the reconstruction of the Pakistan as Muslim it is our moral duty to promote their ideas for the betterment of the Muslim nation.

تعارف:

مولانا سید سلیمان ندویؒ بروز جمعہ ۲۲ نومبر ۱۸۸۴ء دیسنہ ضلع پٹنہ صوبہ بہار میں پیدا ہوئے، آپ کے والد مولوی سید ابوالحسن طبیب تھے آپ نے ابتدائی تعلیم خلیفہ انور علیؒ سے حاصل کی بڑے بھائی ابوحبیب سے عربی میں میزان پڑھی ۱۹۰۱ء میں ندوۃ العلماء لکھنو میں داخل ہوئے، ۱۹۰۵ء میں ناظم مولانا شبلی نعمانی نے جوہر کامل کو دیکھتے ہوئے اپنی خصوصی تربیت میں لے لیا، آپ نے مشفق استاذ کی تعلیم و تربیت کا حق ادا کیا، عربی اور فارسی زبان میں خصوصی مہارت کے باعث ندوۃ العلماء میں استاد مقرر ہوئے ۱۹۰۶ء میں دستار بندی کے موقع پر عربی زبان میں برجستہ تقریر کے باعث سامعین جلسہ کو محو حیرت کر دیا، مولانا شبلی نے خوش ہو کر اپنا عمامہ اتار کر شاگرد کے سر پر رکھ دیا، ۱۹۰۷ء میں مدرسہ کے نائب مدیر مقرر ہوئے، ۱۹۰۸ء میں دارالعلوم ندوہ العلماء میں علم الکلام اور جدید عربی ادب کے استاذ مقرر ہوئے، اسی دوران دروس الادب کے نام سے عربی ریڈری لکھیں ۱۹۱۵ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے معتمد تعلیمات مقرر ہوئے اور یہ خدمت ۱۹۵۰ء تک جاری رہی، ۱۹۵۰ء آپ پاکستان تشریف لائے، ۲۲ نومبر ۱۹۵۲ء کراچی میں انتقال ہوا۔(۲)

مولانا سید سلیمان ندوی تحریک خلافت کے سرگرم کارکن رہے۔ آپ نے عالم اسلام کے بلند پایہ اسکالر، مفسر قرآن جلیل القدر متکلم، بے مثل ادیب، وسیع النظر مورخ، سیاسی مفکر، زبان آور خطیب کی حیثیت سے شہرت پائی عام مسلمان ہی نہیں بلکہ جید علماء بھی آپ کا ادب کرتے تھے۔

علامہ اقبال اپنے وسیع تر مطالعے اور گہرے غور خوض کے باوجود سید سلیمان ندویؒ سے رہنمائی لیتے اور رفع اشکال کے خواستگار رہتے تھے دونوں بزرگوں کے درمیان اعلیٰ اخلاق واحترام کا رشتہ قائم رہا۔ دونوں علم دوست شخصیات کے علمی مشاغل و مراسم کا ثبوت دونوں شخصیات کے خطوط کی علمی بحث میں ملتا ہے، علامہ اقبال نہایت احترام سے آپ سے مخاطب ہوتے تھے اور سید

سلیمان ندوی علامہ اقبال کی علمیت کے معترف تھے آپ نے معارف اپریل ۱۹۱۸ء میں اقبال کی علمی فضیلت اور محاسن اخلاق کا ذکر عمدہ الفاظ میں کیا ہے۔

''زبان کے لحاظ سے میں ڈاکٹر اقبال کو ان شعراء میں گنتا ہوں جو مصنوعی محاسن اور باطنی خوبیوں کے مقابلے میں الفاظ اور محاوروں کی ظاہری صحت کی پرواہ نہیں کرتے، لیکن حق تو یہ ہے کہ اس ایک لغزش مستانہ پر ہزاروں رفتاریں قربان ہیں، مصروں کی دروبست اور فصل ووصل میں قصور ممکن ہے۔ لیکن یہ ناممکن ہے کہ جو مصرع ڈاکٹر اقبال کی زبان سے نکل جائے وہ تیرونشتر بن کر سننے والوں کے دل وجگر میں نہ اتر جائے، شاید اس کا سبب یہی ہے کہ ڈاکٹر اقبال اپنے مخاطب کے احساسات پر مذہب فلسفہ، تصوف اور شاعری ہرراہ سے حملہ کرتے ہیں اور اس لئے اختلاف مذاق کے باوجود ان مختلف راہوں میں سے کوئی ایک بھی بچ کر نکل نہیں سکتا۔'' (۲)

مولانا سید سلیمان ندویؒ معارف مئی ۱۹۲۷ء میں علامہ اقبال کی شاعری اور علمی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''ڈاکٹر صاحب تمام صحبتوں میں شمع محفل تھے انہوں نے تو شمع وشاعر لکھا ہے، لیکن میں نے تو لاہور میں خود شاعر کو شمع دیکھا ہے اور قدرشناسوں کو ان کا پروانہ پایا ان کی صحبت لاہور کے نوجوانوں کی دماغی سطح کو بہت بلند کررہی ہے ان کے فلسفیانہ نکات، عالمانہ افکار، شاعرانہ خیالات ان کے آس پاس کی دنیا کو ہمیشہ متاثر رکھتے ہیں۔ (۳)

علامہ اقبال کا مطالعہ وسیع تھا اس کے باوجود جن امور میں شک وشبہ ہوتا عمر ومرتبے کا لحاظ کئے بغیر ہم عصر علماء سے رجوع فرماتے تھے، اسی وجہ سے علامہ اقبال سید سلیمان ندوی کے

بہت زیادہ قریب ہوگئے تھے۔ علامہ اقبال کی وفات ۱۹۳۸ء پر سید صاحب ''ماتم اقبال'' کے عنوان سے معارف مئی ۱۹۲۸ء میں لکھتے ہیں۔

''آخر موت اور حیات کی چند ہفتوں کی کشمکش کے بعد ڈاکٹر اقبال نے دنیائے فانی کوالوداع کہا صفر کی انیسویں اور اپریل کی اکیسویں کی صبح کو عمر کی اکسٹھ بہاریں دیکھ کر اور شاعری کی دنیا میں چالیس برس چہچہا کر یہ بلبل ہزار داستاں اب ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگیا۔ وہ ہندوستان کی آبرو، مشرق کی عزت اور اسلام کا فخر تھا آج دنیا ان ساری عزتوں سے محروم ہوگئی ایسا عارف فلسفی، عاشق رسول شاعر، فلسفہ اسلام کا ترجمان اور کاروان ملت کا حدی خواں صدیوں بعد پیدا ہوا تھا۔''(۴)

علامہ سید سلیمان ندویؒ علامہ اقبال کی زندگی کا نقشہ عاشق رسول کی حیثیت سے بیان کرتے ہوئے اپنے مضمون میں مزید لکھتے ہیں:

''مرحوم کی زندگی کا ہر لمحہ ملت کی زندگی کے لئے ایک نیا پیام لایا تھا۔ وہ توحید خالص کا پرستار دین کامل کا علمبردار اور تجدید ملت کا طلب گار تھا اس کے رونگٹے رونگٹے میں رسول علیہ السلام کا عشق پیوست تھا اور اس کی آنکھیں جسم اسلام کے ہر ناسور پر اشک بار رہتی تھیں اس نے مستقبل اسلام کا ایک خواب دیکھا تھا، اس خواب کی تعبیر میں اس کی ساری عمر ختم ہوگئی۔''(۵)

علامہ سید سلیمان ندویؒ اپنے مضمون میں علامہ اقبال کی تصانیف کی مستقبل میں علمی اہمیت افادیت کے حوالے سے اس طرح اظہار خیال فرماتے ہیں۔

''اقبال کی تصانیف زمانے میں یادرہیں گی وہ اسلام کا غیر فانی لٹریچر بن کر انشاء اللہ رہے گا ان کی شرحیں لکھی جائیں گی نظریئے ان سے بنیں گے ان کا فلسفہ تیار ہوگا اس کی دلیلیں

ڈھونڈی جائیں گی۔قرآن پاک کی آیتوں،احادیث شریفہ کے جملوں مولانا رومیؒ اور حکیم سنائیؒ کے تاثرات سے ان کا مقابلہ ہوگا۔ اور اس طرح اقبال کا پیام اب دنیا میں انشاء اللہ ہمیشہ زندہ رہے گا اور اقبال زندہ جاوید۔"(۶)

علامہ سید سلیمان ندویؒ اپنے مضمون ماتم اقبال کا اختتام جس عقیدت ومحبت سے کرتے ہیں یہ اقبال کی خوش نصیبی اور علامہ ندوی کا انداز زمانہ ساز ہے آپ فرماتے ہیں۔

"اقبال ہندوستان کا فخر اقال، اسلامی دنیا کا ہیرو اقبال، فضل وکمال کا پیکر اقبال، حکمت ومعرفت کا دانا اقبال، کاروان ملت کا رہنما اقبال، رخصت، الوداع سلام اللہ علیکم ورحمۃ الی یوم التسلاق"۔(۷)

علامہ اقبال کا سید سلیمان ندویؒ سے اظہار عقیدت:

بیسویں صدی عیسوی برصغیر کے مسلمانوں کے لئے آزمائش کے باوجود علمی تحریکات اور شخصیات سے بھرپور ہے ان شخصیات میں سید سلیمان ندویؒ علوم شرقیہ پر انتہائی گہری نظر رکھتے تھے، آپ مطالعہ وتحقیق وتالیف کے امام تصور کیے جاتے ہیں، آپ کا شعروادب سے شغف اسلام سے بے پناہ محبت اور دنیاوی معاملات میں مسلمانوں کی فطری صلاحیتوں کو جلا بخشنے والے تھے، علامہ اقبال کی یہ خوش نصیبی تھی کہ وہ ارتقائے فکر کی اولین منازل میں مغربی علم وحکمت اور تہذیب و تمدن کا مطالعہ کرنے کے بعد اقوام مغرب کی گمراہ کن معاشرتی روایات کو اسلامی معاشرے کے لئے زہر قاتل تصور کرتے تھے اور یہ کیفیت جہاں سید سلیمان ندوی کے لئے تشویش ناک تھی اسی قدر علامہ اقبال کے لئے اذیت ناک تھی، دونوں مصلح قوم اپنے شعور کے مطابق یکساں مقاصد کے حصول کے لئے کوشاں نظر آتے ہیں نہایت احترام سے ایک دوسرے سے مخاطب ہوتے ہیں قوم کے درماں کا علاج ان کے خیالات کا محور ہے احیائے اسلام کا جذبہ پیدا کر کے مسلمانوں کو مایوسی سے نکالنا دونوں کا مقصد زندگی تھا۔علامہ اقبال نے خود کو بھی تیار کیا اور مولانا ندویؒ کا تعاون بھی حاصل کیا ۱۸ مارچ ۱۹۲۶ء کو علامہ ندوی کو خط میں لکھتے ہیں۔

''اس وقت مذہبی اعتبار سے دنیائے اسلام کو رہنمائی کی سخت ضرورت ہے اور میرا عقیدہ ہے کہ ہندوستان کے بعض علماء اس کام کو باحسن وجوہ انجام دے سکتے ہیں، سیاسی اعتبار سے تو ہم باقی اقوام اسلامیہ کی ایسی مدد نہیں کرسکتے، ہاں دماغی اعتبار سے ان کے لئے بہت کچھ کیا جاسکتا ہے۔''(۸)

علامہ اقبال جدید دور کے تقاضوں سے آگاہ تھے ان کی خواہش تھی کہ مسلمانوں کے قدیم علوم کا احیاء ہو زمانہ حال کے تقاضوں کے مطابق اسلام کا مطالعہ کیا جائے، مگر غلامانہ انداز میں نہیں بلکہ ناقدانہ انداز میں آپ زمانہ قدیم وجدید کے مغربی مشرقی افکار سے قیمتی معلومات جمع کرکے اپنے اشعار اور خطبات اور مقالات کو دور جدید کے تقاضوں کے مطابق لانا چاہتے تھے، یہ بہت بڑا مشن تھا اس کے لئے انہیں اپنی علمیت میں بعض شعبہ ہائے علوم میں کمی کا احساس تھا وہ کسی صاحب علم اور صاحب نظر معلم کے تعاون کے خواستگار تھے، یہ بھی علامہ کی عالی ظرفی تھی کہ علامہ اقبال نے اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کیا اور اپنے آپ کو سید صاحب کی خدمت میں احترام سے پیش کیا۔ سید سلیمان ندویؒ اور علامہ اقبال کے درمیان علم و دانش کے اعتبار سے ایک دوسرے پر فضیلت دینا ممکن نہیں بعض امور میں مولانا کی برتری تسلیم شدہ ہے، تو بعض شعبہ جات میں اقبال اپنا منفرد مقام رکھتے ہیں باوجود اس کے کہ علامہ اقبال عمر میں مولانا ندوی سے بڑے تھے مگر علمی مشاورت میں انہیں سند کا درجہ دیتے تھے آپ اپنے شک وشبہ کو دور کرنے کے لئے مولانا ندوی کو معلم و رہنما سمجھتے تھے اور جب سید صاحب کو مخاطب کرتے تو ان کے الفاظ سے خلوص نیت اور احترام کے پھول نچھاور ہوتے ۲۸ اپریل ۱۹۱۸ء خط میں لکھتے ہیں:

''مولانا شبلی رحمہ اللہ علیہ کے بعد آپ استاذ الکل ہیں اقبال آپ کی تنقید سے مستفید ہوگا۔''(۹)

۲ دسمبر ۱۹۱۸ء کو خط میں لکھتے ہیں:

''آپ امت محمدیہ ﷺ کے خاص افراد ہیں اور مامور من اللہ' قوم کے خاص افراد کو ہی امر الٰہی ودیعت کیا گیا ہے۔''(۱۰)

۲۴ اپریل ۱۹۲۶ء سید سلیمان ندویؒ سے خط کے ذریعے نہایت عاجزانہ انداز میں مخاطب ہوتے ہیں:

''میری نظر اس قدر وسیع ہوتی جس قدر آپ کی ہے تو مجھے یقین ہے کہ میں اسلام کی کچھ خدمت کر سکتا فی الحال انشاء اللہ آپ کی مدد سے کچھ نہ کچھ لکھوں گا۔''

میری خامیوں سے مجھے ضرور آگاہ کیا کیجئے آپ کو زحمت تو ہوگی لیکن مجھے فائدہ ہوگا

یکم فروری ۱۹۲۴ء کو ایک خط میں لکھتے ہیں:

''میں آپ کا نہایت شکر گزار ہوں گا اگر آپ از راہ عنایت اپنی وسیع معلومات سے مجھے مستفیض فرمائیں۔''(۱۱)

۲۲ اگست ۱۹۲۲ء کو منفرد انداز میں سید صاحب کو مخاطب کرتے ہیں:

''علوم اسلامی کی جوئے شیر کا فرہاد آج ہندوستان میں سوائے سید سلیمان ندویؒ کے اور کون ہے'' ''جتنی آگہی آپ نے دے دی ہے وہ اگر زمانے نے فرصت دی تو باقی عمر کے لئے کافی ہے۔''(۱۲)

یکم نومبر ۱۹۱۶ء کو لاہور سے ایک خط میں اس طرح مخاطب ہوتے ہیں:

مخدومی: السلام علیکم!

اورینٹل کالج، لاہور میں ہیڈ پرشین ٹیچر کی جگہ خالی ہوئی ہے اس کی تنخواہ ایک سو بیس روپیہ ماہوار ہے، میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ اس جگہ کو اپنے لئے پسند فرماتے ہیں؟ اگر ،، اہو تو آپ کے لئے سعی کی جائے۔ آپ کا لاہور میں رہنا پنجاب والوں کے لئے بیحد مفید

ہوگا۔ والسلام

آپ کا خادم: محمد اقبال بیرسٹر لاہور

۱۲ نومبر ۱۹۱۶ء کو لاہور سے ایک خط میں اس طرح مخاطب ہوتے ہیں:

مخدومی: السلام علیکم!

مجھے یہ معلوم تھا کہ آپ ملازمت کوئی قبول نہ کریں گے، لیکن سنڈیکیٹ کے بعض ممبروں کی تعمیل ارشاد میں آپ کو لکھنا ضروری تھا۔ کسی قدر خودغرضی کا شائبہ بھی میرے خط میں تھا اور وہ یہ کہ میں چاہتا تھا کہ جس طرح پنجاب والوں کو صوبہ متحدہ کے علماء فصحاء سے اس سے پیشتر فائدہ پہنچا ہے اب بھی وہ سلسلہ آپ کے یہاں رہنے سے بدستور جاری رہے۔ مولانا شبلی مرحوم کی زندگی میں میں نے بڑی کوشش کی کہ کسی طرح مولانا مرحوم پنجاب میں مستقل طور پر اقامت گزیں ہو جائیں مگر مسلمان امراء میں مذاق علمی مفقود ہو چکا ہے، میری کوشش بارآور نہ ہوئی، اللہ تعالیٰ دارالمصنفین کے کام میں برکت دے اور آپ کا وجود مسلمانوں کے لئے مفید ثابت کرے، آپ کی غزل لاجواب ہے، بالخصوص یہ شعر مجھے بڑا پسند آیا۔

ہزار بار مجھے لے گیا ہے مقتل میں وہ اک قطرہ خوں جو رگ گلو میں ہے

مولانا شبلیؒ مرحوم و مغفور نے تاریخی واقعات کو نظم کرنا شروع کیا تھا اور جو چند نظمیں انہوں نے لکھی تھیں وہ نہایت مقبول ہوئیں۔ غزل کے ساتھ وہ سلسلہ بھی جاری رکھئے۔

باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے، امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

مخلص محمد اقبال: لاہور

۲۸ اپریل ۱۹۱۸ء لاہور سے سید صاحب سے اس طرح مخاطب ہوتے ہیں۔

مخدومی: السلام علیکم!

والا نامہ ابھی ملا ہے۔ رموز بے خودی میں نے ہی آپ کی خدمت میں بھجوائی تھی۔ ریویو کے لئے سراپا سپاس ہوں۔ آج مولانا ابوالکلامؒ کا خط آیا ہے۔ انہوں نے بھی میری اسر

ناچیز کوشش کو بہت پسند فرمایا ہے۔ مولانا شبلی رحمہ اللہ علیہ کے بعد آپ استاذ الکل ہیں اقبال آپ کی تنقید سے مستفید ہوگا، اسرار خودی کا دوسرا ایڈیشن تیار کر رہا ہوں، عنقریب آپ کی خدمت میں مرسل ہوگی۔

رسالہ صوفی میں میری کوئی نظم شائع نہیں کی گئی پرانی مطبوعہ نظم انہوں نے شائع کردی ہوگی۔ ورنہ یہ کیوں کر ممکن ہے کہ میں صوفی کو معارف پر ترجیح دوں۔ معارف ایک ایسا رسالہ ہے جس کے پڑھنے سے حرارت ایمانی میں ترقی ہوتی ہے، میں انشاء اللہ ضرور آپ کے لئے کچھ لکھوں گا۔ یہ وعدہ کچھ عرصہ ہوا میں نے آپ سے کیا تھا اور میں اس وقت تک پورا نہیں کرسکا۔ امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ والسلام

مخلص محمد اقبال۔ لاہور

۱۰ مئی ۱۹۱۸ء لاہور سے خط میں اس طرح مخاطب ہوتے ہیں۔

مخدوم ومکرم جناب قبلہ مولوی صاحب!

السلام علیکم!

معارف میں ابھی کا ریویو (مثنوی رموز بے خودی پر نظر سے گزرا ہے، جس کے لئے سراپا سپاس ہوں۔ آپ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ میرے لئے سرمایہ افتخار ہے اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

صحت الفاظ ومحاورات کے متعلق جو کچھ آپ نے لکھا ہے ضرور صحیح ہوگا۔ لیکن اگر آپ ان لغزشوں کی طرف بھی توجہ فرماتے تو میرے لئے آپ کا ریویو زیادہ مفید ہوتا، اگر آپ نے غلط الفاظ ومحاورات نوٹ کر رکھے ہیں تو مہربانی کر کے مجھے ان سے آگاہ کیجئے کہ دوسرے ایڈیشن میں ان کی اصلاح ہوجائے۔

غالباً آپ نے رموز بیخودی کے صفحات پر ہی نوٹ کئے ہوں گے؟ اگر ایسا ہو تو وہ کاپی ارسال فرما دیجئے میں دوسری کاپی اس کے عوض میں آپ کی خدمت میں بھجوا دوں گا۔

اس تکلیف کو ایک احساس تصور کروں گا۔ امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

مخلص: محمد اقبال، لاہور

۲۳ مئی ۱۹۱۸ء لاہور سے ایک خط میں اس طرح مخاطب ہوتے ہیں:

مخدومی مولانا: السلام علیکم!

چند اشعار معارف کے لئے ارسال خدمت ہیں: ان میں سے جو پسند آئے، اسے شائع کیجئے، امید ہے کہ آپ کا مزج بخیر ہوگا۔

نہ سلیقہ مجھ میں کلیم کا نہ قرینہ تجھ میں خلیل کا
میں ہلاک جادوے سامری تو قتیل شیوہ آذری

میں نوائے سوختہ درگلو، تو پریدہ رنگ رمیدہ بو
میں حکایت غم آرزو تو حدیث ماتم دلبری

مرا عیش غم، مرا شہد سم، مری بود ہم نفس عدم
ترا دل حرم گرو عجم، ترا دیں خریدہ کافری

تری راکھ میں ہے اگر شرر، تو خیال فقر وغنا نہ کر
کہ جہاں میں نان شعیر پر ہے مدار قوت حیدری

کوئی ایسی طرز طواف تو مجھے اے چراغ حرم بتا
کہ ترے پتنگ کو پھر عطا ہو وہی سرشت سمندری

گلہ جفائے وفا نما کہ حرم کو اہل حرم سے ہے
کسی بتکدے میں بیان کروں تو کہے صنم بھی ہری ہری

کرم اے شہ عرب و عجم کھڑے ہیں منتظر کرم
وہ گدا کہ تو نے عطا کیا ہے جنہیں دماغ سکندری

مخلص محمد اقبال: لاہور

لاہور ۸ ستمبر ۱۹۱۸ء

مخدومی: السلام علیکم!

رموز بیخودی کی لغزشوں سے آگاہ کرنے کا وعدہ آپ نے کیا تھا اب تو ایک ماہ سے بہت زیادہ عرصہ ہوگیا۔ امید ہے کہ توجہ فرمائی جائے گی، تاکہ میں دوسرے ایڈیشن میں آپ کے ارشادات سے مستفید ہوسکوں۔

دساتیر کے حوالوں کے متعلق آپ نے لکھا تھا۔ اس وقت اورینٹل کالج . . . کا کتب

خانہ بند تھا اور اب بھی بند ہے۔ اکتوبر میں کھلے گا۔ اگر کچھ حوالے دستیاب ہو گئے تو عرض کروں گا۔ والسلام

مخلص محمد اقبال

روس کے مسلمانوں کے متعلق جو مضمون معارف میں شائع ہوا ہے اسے ایک علاحدہ رسالہ کی صورت میں شائع کرنا چاہئے۔

محمد اقبال

مندرجہ بالا خطوط سے درج ذیل نکات سامنے آتے ہیں:

۱۔ علامہ سید سلیمان ندوی اور علامہ اقبال گزشتہ صدی کے نابغہ روزگار شخصیات اور عالم اسلام کے محسنین میں سرفہرست ہیں، علم وعمل کے اعتبار سے قابل تقلید نمونہ بھی ہیں، اور بے مثال اسکالر بھی۔

۲۔ علامہ سید سلیمان ندوی اور علامہ اقبال علمی سطح کے اعلیٰ مقام پر فائز ہونے کے باوجود اعلیٰ ترین اخلاقی صفات سے مزین ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔

۳۔ دوران خطوط ملاقات کا اس قدر بے تکلف احترام اور طلب علم دونوں کے اشحات قلم شاہکار کی حیثیت رکھتے ہیں۔

۴۔ آپ دونوں کے انداز مخاطبت میں بناوٹ کے بجائے احترام کا بے تکلف انداز معیار علم وعمل کو بلند کر رہا ہے جو آنے والی نسلوں کے لئے قابل تقلید وتحسین ہے۔

حوالہ جات

۱۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور، طبع اول، ۱۹۷۵ء، جلد نمبر ۱۱، ص ۲۶۶

۲۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور، طبع ثانی، ۱۹۸۰ء، جلد نمبر ۱۱، ص ۱۴

۳۔ معارف، دارالمصنفین، مئی ۱۹۶۷ء، ص ۴۵

۴۔ علم و آگہی نمبر مجلّہ سٹی گورنمنٹ کالج کراچی، ۱۹۸۸ء، ص ۲۱۰

۵۔ مکاتیب سر محمد اقبال، بنام مولانا سید سلیمان ندوی، (مرتب) سید شفقت رضوی، ادارہ تحقیقات افکار و تحریکات ملی کراچی ۱۹۹۲ء، صفحات: ۱۰، ۱۲، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۲۵، ۲۹، ۳۰، ۳۳، ۳۴

۶۔ اقبال نامہ مجموعہ مکاتیب اقبال، (مرتب) شیخ عطاء اللہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، اقبال اکادمی پاکستان لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۱۱۳، ۱۲۶، ۱۴۶، ۱۴۲

۷۔ علامہ سید سلیمان ندوی شخصیت و ادبی خدمات (مرتب) ڈاکٹر محمد نعیم صدیق، ۲۰۰۴ء، ص ۳۸۵

بچوں کے حقوق اور ان سے حُسنِ سلوک
سیرتِ طیّبہ ﷺ کی روشنی میں

مصنّف

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

مکتبہ یادگار شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

(زیر طبع)